تنصیبات کی حفاظت کے لیے فوج صبح سے گشت کر رہی تھی۔

اُدھر خپلو شہر میں بھی دہشت گردوں کے جلوس نے قابل اعتراض نعرہ بازی کی اور کئی سرکاری دفاتر کو خاکستر کرنے کے علاوہ میونسپل لائبریری پر دھاوا بولا، اس میں سے چُن چن کر قرآن مجید، تفسیر قرآن اور حدیث شریف کی کتابوں کو نذر آتش کر دیا۔ اکثر دہشت گردوں کو موقع پر پکڑ لیا گیا، لیکن انتظامیہ نے سرسری کارروائی کے بعد استغفار پڑھوا کر چھوڑ دیا۔

سکردو میں کرفیو کے نفاذ کے ایک دو گھنٹے بعد لوگ گھروں میں محبوس ہو گئے اور ٹیلی فون کے ذریعے ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرتے رہے۔ البتہ چار دن تک سکردو سے قومی اور بین الاقوامی رابطہ منقطع رکھا گیا۔

ریڈیو پاکستان سکردو تین روز تک ٹیلی فون کے ذریعے علاقے کی اہم شخصیات کا انٹرویو نشر کرتی رہی۔ ان تمام تأثرات کا خلاصہ یہ تھا: (۱) سکردو کے امن و امان کو خراب کرنے کی یہ کارروائی بدترین دہشت گردی ہے۔ (۲) یہ واقعہ سراسر ملک دشمنی ہے۔ (۳) یہ اسلامی تعلیمات کے بالکل منافی ہے۔ (۴) یہ کارگزاری قرآن، حدیث اور ائمہ اطہار کی تعلیمات کے مخالف ہے۔ (۵) ہمیں اس واقعے کے مظلوموں سے گہری ہمدردی ہے۔ (۶) ہمیں اس دہشت گردانہ واقعے پر نہایت افسوس ہے۔ **(۷) اس واقعے کے ذمہ دار سکردو کے شہری نہیں ہیں۔**

آخری فقرے کے سوا باقی سب بجا، لیکن ان تمام پیغامات میں جو **سلبی پہلو** نمایاں طور پر محسوس ہوا، وہ یہ تھا کہ اہل تشیع کے کسی ایک فرد کو بھی اپنے تأثرات میں یہ جملہ شامل کرنے کی توفیق نہیں ہوئی:

''اس واقعے کے ذمہ دار دہشت گردوں کو فوراً پکڑ کر قرار واقعی سزا دی جائے۔''

بیانات کا یہی **سلبی پہلو** مذکورہ فقرہ نمبر (۷) کی صداقت کو مشکوک کر رہا ہے، کیونکہ اس کے پردے میں بیان دینے والا عالم دین اپنے پیروکاروں کو، سیاسی نمائندہ اپنے ووٹروں کو، دانشور اپنی دانست کے مطابق اپنے حلقہ اثر کو، خواتین خانہ اپنے جگر گوشوں کو اور طالب علم اپنے ہمدرسوں کو تحفظ دینے کی سعی کر رہا تھا۔

21 جنوری کو عید الاضحیٰ کے اجتماعات میں جملہ اہل سنت والجماعت (اہل حدیث و احناف) نے اس المناک سانحے پر گہرے صدمے کا اظہار کرتے ہوئے جو **قراردادیں** پاس کیں، ان کا خلاصہ یہ ہے:

''ہم حکومت پاکستان سے پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ سکردو اور خپلو میں امن و امان بحال کرنے اور دفاعی اہمیت کی حامل اس سرزمین کو داخلی انتشار و خلفشار سے محفوظ رکھنے اور ملکی سلامتی کو یقینی بنانے کی خاطر مندرجہ ذیل اقدامات کیے جائیں

{1} سرکاری فرائض کی انجام دہی میں غفلت برتنے کی پاداش میں تمام متعلقہ ذمہ دار سرکاری افسروں کو فوراً برطرف کر کے

ان پر دہشت گردی میں اعانت کا مقدمہ چلایا جائے۔

{2} اس واقعے میں ملوث تمام دہشت گردوں اوران کی سر پرستی کرنے والوں کوفوری طور پر قانون کی گرفت میں لے کرانہیں انسداددہشت گردی قانون کے مطابق قرارواقعی سزادی جائے۔

{3} بلتستان میں اہل سنت آبادی کے تحفظ کے لیے مستقل طور پر .F.C تعینات کی جائے۔

{4} سول انتظامیہ میں توازن قائم رکھنے کی خاطر مناسب اقدامات کیے جائیں۔

{5} ناردرن ایریاز میں پولیس کے بین الاضلاعی تبادلے کامربوط اور مستقل نظام اپنایا جائے۔

{6} حالیہ دہشت گردی کا شکار ہونے والے تمام جماعتی اور ذاتی املاک کو پہنچنے والے نقصانات کی بھر پور تلافی کا جلد انتظام کیا جائے۔ نیز اس سلسلے میں نقصانات کا تخمینہ لگانے میں بھی ممکنہ ظلم وستم کی پیش بندی کی جائے۔

❁❁❁❁❁❁❁

قومی نصابِ تعلیم پر مغربی افکار کی یلغار ایک لمحہ فکریہ

مدیر تحریر

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغِ مصطفوی سے شرار بولہبی

زیورِ علم وادب سے آراستہ وپیراستہ ہونے کی افادیت سے کسی کوبھی انکار نہیں، خاص کر دین اسلام حصولِ علم کوفرض قرار دیتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:''طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم''یعنی علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد وعورت) پر فرض ہے۔'' دین اسلام صاحبِ علم کو بینا اور بے علم کو کورا قرار دیتا ہے۔ گویا مسلمان اور علم لازم وملزوم ہیں۔

اب تو دنیا کی دیکھا دیکھی مسلمانوں کا بھی رنگ ڈھنگ بدلتا جا رہا ہے۔ حصولِ علم کا مقصد اب صرف ذاتی مفادات کا حصول اور سفلی خواہشات وتمناؤں کی تکمیل تک محدود کر دیا گیا ہے، اس لیے علم اپنی افادیت کھوتا جا رہا ہے۔ یہ ساری خرابیاں صحیح تعلیمی پالیسی کے فقدان نیز علم وتعلیم سے تعلق رکھنے والے اربابِ بسط وکشاد کی عدم دلچسپی اور تنگ دلی کے تلخ ثمرات ہیں۔

سابقہ شمارے میں شمالی علاقہ جات میں نصابِ تعلیم کے حوالے سے برپا ہونے والے فسادات اوراس کے محرکات پر کچھ گزارشات پیش کیے گئے۔ ہمارا یہ علاقہ جہاں دوسرے مسائل کی وجہ سے مسائلستان بنا ہوا ہے، نصاب تعلیم کو

فرقہ وارانہ نوعیت کی لامتناہی بحث میں الجھانا کہاں کا انصاف ہے؟! ہم سب کو یکجا ہو کر مقاصدِ آزادیِ پاکستان کی روح کے مطابق اور عصرِ حاضر کے تقاضوں کو بھی پیش نظر رکھتے ہوئے ''قومی'' تعلیمی پالیسی کے لیے کوشاں ہونا چاہیے۔

اس بار ان عزائم کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ رائج الوقت نصاب کے اندر بھی کیا کیا قباحتیں ہیں اور پل پر سے کتنا پانی گزر چکا ہے۔ جب ہم تاریخ برصغیر کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ غاصب انگریزوں کے زمانے سے آج تک ان کے نمک حلال غلاموں نے L.D.C (ادنیٰ کلرک) بنانے والے نصاب سے ہٹ کر کوئی بامقصد تعلیمی نصاب متعارف کرانے کی کوشش عمداً نہیں کی۔

انگریز جب اپنے مکر و فریب سے برصغیر پر قابض ہوا تو یہاں جو انتظامی عملہ اور سربراہان محکمہ جات درآمد کیے گئے، بڑے بدنیت و بدمعاش قسم کے لوگ تھے، انہوں نے اس ملک کو دونوں ہاتھوں سے جس طرح لُوٹا' اس کی داستان بھی الگ ہے۔ جبکہ وہ لوگ یہاں کے لوگوں کی ذہنی تسخیر پر کمربستہ ہو گئے تو سب سے پہلے اپنی تیرِ جفا کا رُخ نصابِ تعلیم کی طرف کر لیا۔ برصغیر ہند کے اکثریتی فرقے ''ہندوؤں'' کے ہاں تو کوئی خاص تعلیمی پالیسی تھی ہی نہیں۔ وہ دین تو ّہم پرستی اور افسانوی قصے کہانیوں کے سوا ہر قسم کی علمی تحقیق، تاریخی حقائق اور تجربات و مشاہدات کو لادینی کا پیش خیمہ قرار دیتا تھا، ان کے عقیدے میں بحری و ہوائی سفر یا کسی قسم کی مفید سائنسی ایجادات کو' پاپ'' تصور کیا جاتا تھا۔ اور ان چیزوں سے تہی دست رہنے کو ہی عافیت کا ضامن باور کرتے تھے۔ دین اور دنیا کو الگ الگ اکائی جاننے کی بنا پر بدیشی لوگوں کا کوئی بھی اقدام ان کے دین سے ٹکراتا نہ تھا۔ یوں انگریز اس جانب سے بالکل مطمئن ہو گئے۔

جب برصغیر کی دوسری بڑی آبادی یعنی مسلمانوں سے متعلق تعلیمی پالیسی زیرِ غور آئی تو استعماری ماہرینِ تعلیم ٹھٹھک گئے، انہیں یقین ہو گیا کہ اگر امت مسلمہ کو اپنے دین کے پیش کردہ نصاب تعلیم پر رہنے دیا جائے تو اُن کی آئندہ نسل اِن غاصبوں کو کہیں ٹھہرنے نہیں دے گی۔ کیونکہ قرآن پاک و حدیث شریف ان کی روح کو بیدار رکھتی ہے اور اس کی روشنی میں ان کا ولولۂ جہاد ہمیشہ تازہ بلکہ پروان چڑھتا رہتا ہے۔ انہیں پتہ چلا کہ اسلامی نظریے میں دین اور دنیا الگ الگ اشیاء نہیں، سیاست و معیشت اور سائنس و ٹیکنالوجی سمیت ہر مفید شعبہ ''دین'' کا حصہ ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا رائج الوقت نصاب تعلیم بھی ان ہی انگریز نوازوں کے مزاج کا پرتو ہے، لیکن کہیں کہیں آئینِ پاکستان کے مطابق کچھ تصورات بھی پیش کیے گئے ہیں، اسی لیے آج بھی امریکہ اور یورپین ممالک پاکستانی نصاب تعلیم کو خطرناک محسوس کرتے ہوئے اس کے حصے بخرے کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

ایک ماہرِ تعلیم کے بقول انگریزوں نے احتیاط کی چھلنیوں میں چھان چھان کر ایسا نظام بنایا جو خود شناسی، ذوق تحقیق اور روحِ حریت سے خالی تھا۔ اس نظامِ تعلیم نے انگریزوں کے لیے ایسے سستے نوکر چاکر پیدا کردیے جو بظاہر ہندوستانی تھے مگر باطنی طور پر شاہ سے بڑھ کر شاہ کے وفادار اور اپنے ہم وطنوں کے بدترین غدار تھے۔ انہوں نے جان بوجھ کر ایسا نظامِ تعلیم وضع کردیا جس نے دینی نصاب کے مطابق تعلیم یافتہ اشخاص پر نہ صرف سرکاری ملازمتوں کا دروازہ بالکل مسدود کردیا، بلکہ مسلمانوں کی توہین وتضحیک کے لیے ہر ممکن طریقہ کار اختیار کرلیا۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کے شریفانہ لباس خصوصاً پگڑی کو بیرے، چپراسی اور چوکیدار وغیرہ کے لیے خاص وردی مقرر کردیا۔ ایسے ایسے جملے، محاورے اور ضرب الامثال شامل نصاب کرکے مشہور کرائے کہ العیاذ باللہ "**ملاّ کی دوڑ مسجد تک**" اور گالی دینے کے معنیٰ میں "**صلواتیں سنانا**" وغیرہ اسی قبیل سے ہیں۔ (صلوٰۃ نماز کو کہتے ہیں، جس کا لغوی معنی دعا ہے)

اسی لیے ہندوستانی مسلمان ان بدیشی لوگوں سے بے حد نفرت کرتے تھے۔ حتی کہ بہت سے دیندار مسلمان دل پر پتھر رکھ کر جدید علوم سے دور رہے۔ ان سنگین حالات میں غریب مسلمان کیا کرتے؟! اس جمود کو توڑنے اور اسلامی اقدار کو تحفظ دینے کے لیے علمائے کرام اور مسلم رہنماؤں نے دینی مدارس کا جال بچھا دیا۔ اور کچھ مسلم رہنماؤں نے یہ نعرہ لگایا:

مشرق سے ہو بیزار، نہ مغرب سے حذر کر — فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر

انہوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی وغیرہ بعض تعلیمی ادارے قائم کیے، جہاں سے متوسط طبقے کے کافی طلباء فیضیاب ہوتے رہے۔ مگر نصابِ تعلیم میں کوئی خاص تبدیلی لانا ان کے بس میں نہیں تھا۔ یوں دو متضاد قسم کے نصابِ تعلیم (سرکاری اور اسلامی) رائج ہوئے۔ اور قیام پاکستان کے بعد دونوں نظامہائے تعلیم کے پروردہ اہل علم آمنے سامنے آئے اور ان دونوں طبقوں میں جو فکری فاصلے تھے، وہ قیامِ پاکستان کے عظیم مقاصد کے حصول کی راہ میں بری طرح حائل ہوگئے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ ہم اپنے بچوں کو قرآن وسنت کی حقیقی تعلیم کے ساتھ ساتھ سائنس وٹیکنالوجی اور دیگر علوم سے مزین کرنے کے لیے ٹھیٹھ پاکستانی نقطۂ نظر سے ایک جامع نظامِ تعلیم بناتے اور اس غیر فطری انگریزی نظامِ تعلیم کو ختم کردیتے۔

ایک ماہرِ تعلیم کا قول ہے: افسوس ہمارے ہاں کی نہایت حقیر مغرب زدہ حکمران اقلیت انگریزی نظامِ تعلیم کی گرویدہ تھی۔ ان لوگوں کے سامنے صرف ذاتی اور گروہی مفادات تھے۔ ان لوگوں کا خود کوئی عزم تھا نہ معرفت تھی، اور نہ کوئی نقطہ نظر ہی۔ انہیں اسلام سے دلچسپی تھی نہ عوام سے کوئی ہمدردی۔ ان لال بھجکڑوں نے انگریزی طرزِ تعلیم میں چند معمولی تبدیلیاں کیں، دینیات کے چند اسباق کے پیوند لگائے اور انگریزوں ہی کے نصاب کو نیا نام دے کر چالو کردیا۔

آج بھی ہم یہی دیکھتے ہیں کہ گورنمنٹ دینی مدارس کے نصاب میں عصری علوم کے امتزاج کی خواہاں ہے۔ جبکہ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں دینی مضامین شامل کرنے کا کوئی عزم نہیں رکھتی۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت موجودہ نظام تعلیم کو مزید لبرل بنانے کے لیے پورے نظام تعلیم کو آغاخان یونیورسٹی کے حوالے کر دیا، جس کے لیے صدر پاکستان نے 8 نومبر 2002 کو خصوصی اختیارات کے تحت آرڈیننس CXIV/2002 بھی جاری کیا ہے۔ جو ''The Gazette of Pakistan'' کے صفحہ 1731-1735 میں درج ہے۔ جس کا خلاصہ **''استعماری ایجنڈا برائے تعلیم آغاخان امتحانی بورڈ''** از سلیم منصور خالد طبع: ستمبر 2002 کے حوالے سے پیش خدمت ہے:

''صدر پاکستان 4 اکتوبر 1999 کے ہنگامی حالت کے نفاذ کے حکم اور عبوری دستور کے حکم نمبر (9)1999 کے تحت حاصل کردہ اختیارات کے تحت درج ذیل آرڈیننس جاری کرتے ہوئے ''**خوشی**'' محسوس کرتا ہے:

آرٹیکل (1) اس آرڈیننس کو آغاخان یونیورسٹی ایگزامی نیشن بورڈ Aga Khan University Examination Board 200 کہا جائے گا۔

آرٹیکل (2) یہ پورے پاکستان پر محیط ہوگا۔

آرٹیکل (3) یہ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔

(3) Examination Board کا قیام: جس کے پانچ شقوں میں سے ایک یہ ہے:

وفاقی حکومت کے زیر انتظام سکولوں اور ان کے طالب علم بہ شمول اسلام آباد وفاقی علاقے، وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقے (فاٹا) شمالی علاقہ جات اور چھاؤنیوں کے علاقے امتحانی بورڈ کے امتحانات کو طے شدہ شرائط پر اختیار کر سکتے ہیں۔

امتحانی بورڈ' قومی نصاب کی روشنی میں کام کرے گا۔

آغاخان یونیورسٹی کے وضع کردہ طریق کار کے مطابق امتحانی بورڈ اپنے امتحانات کے حدودِ کار کو سرکاری سکولوں تک وسعت دینے کا مجاز ہوگا، جس کے لیے وفاقی یا صوبائی حکومتوں سے اجازت درکار ہوگی۔ یونیورسٹی اپنے **کلی اختیار** کے تحت امتحانی بورڈ کو پرائیویٹ امیدواروں، پاکستان اور بیرون ملک کے غیر سرکاری سکولوں اور ان کے طالب علموں کو امتحانات کی پیش کش قبول کرنے کی ہدایت کر سکتی ہے، جس کے لیے شرائط کا تعین آغاخان یونیورسٹی کے وضع کردہ ضابطوں کے تحت کیا جائے گا۔

(5) امتحانی بورڈ کے مقاصد: (چند مقاصد درج ذیل ہیں)

[۶] امتحانی بورڈ کو معقول حد تک امتحانات کی فیسیں عائد کرنے کا اختیار ہوگا۔

[۷] اس آرڈیننس کے تحت **نیک نیتی** سے کیے گئے تمام کام کسی قسم کے عدالتی دعوؤں اور قانونی کارروائیوں سے محفوظ ہوں گے۔ (مذکورہ کتاب صفحہ 6)

آغا خان یونیورسٹی ایگزامنیشن بورڈ (A.K.U-E.B.) کے جاری کردہ اس آرڈیننس کی مندرجہ ذیل شقوں کا جائزہ لینا اور ان کے ممکنہ آثار وثمرات پر غور کرنا اور اس پر آوازِ حق بلند کرنا تمام محبِّ وطن وغیور فرزندانِ ملت کی اولین ذمہ داری ہے۔ آرڈیننس کا آغاز ان دلکش الفاظ سے ہوتا ہے:

❁ ہرگاہ: یہ ضروری، مناسب اور قومی مفاد میں ہے کہ تعلیمی معیار کی بلندی کے لیے طالب علموں کی حوصلہ افزائی کی جائے اور عوام کو مزید تعلیمی مواقع فراہم کیے جائیں۔

❁ ہرگاہ کہ: آغا خان یونیورسٹی پاکستان کے اندر اور باہر تعلیم وترقی کو **مشن** کے طور پر اپنائے ہوئے ہے اور **مشرقی افریقہ**، افغانستان، شام اور وسطی ایشیا کی ترقی کے لیے کام کر رہی ہے۔ مذکورہ یونیورسٹیاں ضروری **بصیرت**، مہارت، تجربہ اور متعلقہ انتظامی صلاحیت رکھتی ہیں۔

❁ ہرگاہ: آغا خان یونیورسٹی نے حکومت پاکستان کو عظیم تر قومی مفاد میں اعانت فراہم کرنے پر آمادگی ظاہر کی ہے، جسے سرکاری اور نجی سطح پر باہم شراکت فراہم کی جائے گی۔ (کتابچہ استعماری ایجنڈا برائے تعلیم صفحہ 5)

حکومت پاکستان بھی ان کی مصنوعی ''**بصیرت**''، ''**تجربہ**'' اور ''**انتظامی صلاحیت**'' جیسے میٹھے مگر زہریلے قسم کے الفاظ سے متاثر ہوکر مرعوبیت کا شکار ہوئی اور اپنے تعلیمی نظام کی اصلاح سے **ناامید** ہوکر احساس کمتری کے مرض میں بری طرح مبتلا ہوگئی۔ ردعمل (Re-Action) کے طور پر ملک کے پندرہ کروڑ عوام کے مستقبل کو مغربی گماشتوں کے ہاتھوں گروی رکھنا چاہتی ہے، جس کا اظہار مذکورہ آرڈیننس کی شکل میں ہوا ہے۔ درحقیقت امریکہ ویورپی اقوام نے ہمیشہ مسلم ممالک میں تعلیم کو جنگی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے۔ جو امدادی فنڈ مختص کی جاتی ہے، اس کے شرائط میں تعلیمی نظام میں دخل اندازی سرفہرست ہوتی ہے۔ یہ ان محرکات کے علاوہ ہے جو مغرب کے بھتے پر چلنے والی این جی اوز ہمہ وقت انجام دیتی رہتی ہیں۔

اب ہم آغا خان ایجوکیشن سروس کے دو سوال ناموں پر نظر ڈالنا ضروری سمجھتے ہیں جو کلاس 9th سے 11th تک کے طلبہ وطالبات کی ''**بالغانہ صحت کے سروے**'' کے لیے مرتب کیے ہیں۔ ان میں درج ذیل سوالات پوچھے گئے ہیں:

❁ آپ کے خیال میں پاکستان میں ایڈز کا سب سے خطرناک ذریعہ کون سا ہے؟

(i) غیر محفوظ جنسی تعلقات (کمرشل جنسی ورکر، ایک سے زیادہ جنسی تعلقات) (ii) مرد کا مرد سے جنسی تعلق (صفحہ 9)

❁ آپ خود کو کس طرح ایڈز سے بچا سکتے ہیں؟ (i) محدود جنسی تعلقات رکھنے سے (ii) کمرشل جنسی ورکر سے گریز (iii) حکیمی جڑی بوٹیوں اور دوائیوں کے استعمال سے وغیرہ (صفحہ 10)

❁ مندرجہ ذیل جملوں میں سے سب سے زیادہ اہمیت کون سا جملہ رکھتا ہے؟

(i) اپنی مرضی سے زندگی گزارنا (ii) اپنا ہم سفر خود چننا (iii) شادی اور بچے وغیرہ (صفحہ 22)

❁ ان میں سے کون سی چیزیں آپ نے پچھلے 6 مہینوں میں کی ہیں؟ (i) والدین سے جھوٹ بولنا (ii) مزے کے لیے سکول سے فرار ہوئے۔ (iii) دوکان سے چرا کر بھاگے۔ (iv) گھر سے بھاگے۔ (v) دوستوں کے بہکاوے میں آ کر غلط کام کیا۔ (vi) شراب نوشی کی۔ وغیرہ (صفحہ 22,23)

❁ کیا آپ دوستوں سے گرل فرینڈ/ بوائے فرینڈ رکھنے کی خواہش کا اظہار کر سکتے ہیں؟ ......

❁ کیا آپ نے کبھی جنسی تعلقات استوار رکھے ہیں؟......

❁ اگر ہاں تو پہلی بار جنسی تعلقات استوار کرتے وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ ......

❁ جو آپ درست سمجھتے ہیں اس پر صحیح کا نشان لگائیں: (i) میں اپنے جنسی اقدار اور عقیدوں کی وجہ سے پریشان ہوں۔ (ii) میں نے کبھی بھی کسی سے جنسی تعلقات نہیں رکھے۔ (iii) میرے گرل/ بوائے فرینڈ کے ساتھ جنسی تعلقات ہیں۔ (iv) میں اپنے جنسی رویے پر شرمندگی محسوس کرتا ہوں۔ (v) میرے جنسی تعلقات کی وجہ سے میرے دوست حسد کرتے ہیں۔

❁ آپ کتنی مرتبہ نشہ کرتے ہیں؟ (i) روزانہ (ii) ہفتے میں ایک بار (iii) مہینے میں ایک بار وغیرہ

❁ کیا آپ شراب پیتے ہیں؟......

❁ آپ نے شراب پینا کیوں شروع کی؟

(i) میرے تمام دوست شراب پیتے ہیں۔ (ii) میں دوستوں کے سامنے اچھا نظر آنا چاہتا/ چاہتی ہوں۔ (iii) میں اکثر شراب کے بارے میں سنتا اور پی کر دیکھنا چاہتا تھا/ چاہتی تھی۔ (iv) میں بہت پریشان رہتا تھا/ رہتی تھی۔

❁ ہمارے معاشرے میں اخلاقی اقدار اور اصولوں کو بہت اہمیت حاصل ہے، آپ کے خیال میں کیا ایک لڑکی کا شادی سے پہلے جنسی تعلقات رکھنا جائز ہے؟ (i) اخلاقی طور پر غلط ہے۔ (ii) بالکل غلط نہیں۔ (iii) میں نہیں جانتا۔

❁ آپ جن جوابات کو درست سمجھتے ہیں، ان پر نشان لگائیے: (i) میرے دوست تمام قسم کے جنسی تعلقات میں حصہ لیتے

ہیں۔ (ii) میں وہ کرنا چاہتا ہوں جو میرے دوست کرتے ہیں۔ (iii) دو محبت کرنے والوں کے لیے شادی سے پہلے جنسی تعلق ٹھیک ہے۔

- کیا آپ گاڑی لے کر گئے ہیں؟ (i) دوست کے گھر (ii) گھر کے آس پاس (iii) اپنے بوائے/گرل فرینڈ کے گھر تک، وغیرہ

اسی نوعیت کا سوال نامہ میٹرک، انٹر کے اساتذہ کے لیے بھی ہے۔

بہر حال اس قسم کے **بھونڈے** اور حیا سوز قسم کے سوال و جواب ہمارے حکمرانوں کی ''روشن خیالی'' اور ''اعتدال پسندی'' کے تصور سے شہ پا کر ان لوگوں کی افتادِ طبع اور جلد از جلد بلکہ ہنگامی طور پر مغربی طرزِ معاشرہ پاکستان کے تعلیمی اداروں میں پھیلانے کے شوق اور ''مخلصانہ'' جذبے کی عکاسی کرتا ہے۔ جب یہ پوشیدہ ذہنی خباثت طشت از بام ہوگئی تو ملک کے مقتدر اخبارات، دینی رہنماؤں اور طلباء و طالبات نے صدائے احتجاج بلند کیا، جس کے نتیجے میں حکومت بھی شاید فی الحال اس حد تک کفر نوازی میں آگے جانے کے لیے تیار نہیں ہے۔

پس چہ باید کرد؟!

جیسا کہ عرض کیا کہ ہمارے مقتدر حکمرانوں کے لبرل ازم اور اندھی غلامی کے پس منظر میں کافر استعماری قوتوں نے پاکستان کو یورپ سمجھنا شروع کر دیا ہے۔ اور مغرب کے تعلیمی ماڈل کو ایک اسلامی ملک میں متعارف کرانے لگا ہے۔ حلال و حرام کی تمیز سے بے نیاز ہو کر یہ لوگ پاکستان کو ایک گمراہ اور واہیات نسل کا تحفہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ آغا خان ایجوکیشن سروس کے مذکورہ سروے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کے نظام تعلیم کو مغربی لباس پہنا کر نوجوان طلبہ و طالبات کو ایسی راہ پر ڈالا جا رہا ہے جس کی منزل اخلاقی بے راہروی کے سوا کچھ نہیں۔ پاکستان کی نوجوان نسل کو اخلاقی طور پر تباہ کرنے کی سازش کس قدر شرمناک ہے۔ اس سروے کی عبارت بہانگ دہل اعلان کر رہی ہے کہ اس گھٹیا ترین حد تک ذلت و خواری میں نوجوان نسل کو دھڑام سے گرانے کی پالیسی کو خود صدر صاحب بھی برداشت نہیں کرے گا۔ لیکن ممکن ہے وہ اس میں کسی حد تک ترمیم کر کے زیادہ سے زیادہ جناب صدر مملکت اور اس کے ہم مشرب وزراء کے لیے قابل برداشت بنا لیں، لیکن یہ سوالنامہ حکمرانوں کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہونا چاہیے اس حقیقت سے چشم پوشی کا تصور ہی رونگٹے کھڑے کرنے والا ہے۔